(۲۸)

(فرمودہ ۲۴۔ نومبر ۱۹۳۸ء بمقام عید گاہ۔ قادیان)

آج ہم لوگ اس جگہ عید کی خاطر جمع ہوئے ہیں اور عید خوشی کا نام ہے۔[۱] لیکن سوال یہ ہے کہ ہماری آج کی خوشی کس سبب سے ہے؟ آیا اس لئے کہ آج کئی لوگوں کے گھر سیویاں پکی ہیں، یا کئی لوگوں نے آج نئے کپڑے پہنے ہیں، یا اس لئے کہ آج چھٹی ہے اور ہم لوگ اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے ہیں اور دوستوں کی ملاقات کا موقع ہمیں ملا ہے، یا ہم اس لئے خوش ہیں کہ ہمارے اردگرد لوگ خوش نظر آتے ہیں، اور ان کی خوشی نے ہمارے دلوں پر بھی اثر کیا ہے، یا ہم اس لئے خوش ہیں کہ آج روزوں کی مصیبت سے ہمارا چھٹکارا ہو گیا ہے اور ہم جب چاہیں کھانا کھا سکتے ہیں اور جب چاہیں پانی پی سکتے ہیں، یا ہم اس لئے خوش ہیں کہ پہلے تو ہم اپنے ہم مذہب بھائیوں کے ڈر سے ظاہر میں کھانا نہیں کھا سکتے تھے اور گو روزہ دار نہ تھے مگر پھر بھی ہمیں چھپ چھپ کر اپنی خواہشات پوری کرنی پڑتی تھیں ان سب وجوہ میں سے کونسی وجہ ہے جس کے سبب سے ہم خوش ہو سکتے ہیں۔ یا جو وجہ خوشی کا معقول سبب کہلا سکتی ہے ان **وجھوں** کے علاوہ ایک اور وجہ بھی ہو سکتی ہے جس کے سبب سے ہم آج خوش ہیں اور وہ وجہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کے ماننے کی توفیق بخشی اور گزشتہ مہینہ میں باوجود اس کے کہ ہمارے گھروں میں کھانے کے سامان موجود تھے ہمیں اپنی خاطر فاقہ کرنے کی توفیق دی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہر مومن یہ جو آخری وجہ میں نے بیان کی ہے اسی کو عید کی خوشی کا سبب سمجھتا ہے اور حقیقتاً ایک مومن کے لئے اس سے زیادہ خوشی کا سبب کوئی نہیں ہو سکتا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوشی کے ساتھ تکلیف اٹھانے کا موقع ملا ہو۔ اور یہ موقع جس مومن کو نصیب ہو جاتا ہے وہ اسی دن سے اپنے لئے عید کا منتظر ہو جاتا ہے اور جان لیتا ہے کہ اگر میں کمزور بندہ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا معاملہ کر رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ جس کے خزانے وسیع ہیں[۲] اور جو تمام صفات حسنہ سے متّصف ہے[۳] وہ کبھی بھی مجھ سے غداری نہیں کرے گا بلکہ میری وفاداری سے بڑھ کر وفاداری کا معاملہ کرے گا اور میری محبت سے بڑھ کر

محبت کا اظہار کرے گا اور واقعہ میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ کبھی کسی بندہ نے خدا کی راہ میں اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ کوئی قربانی نہیں کی کہ اس سے ہزاروں گُنے بڑھ کر اس کے رب نے اس کے ساتھ حسن سلوک نہیں کیا۔ [۴] خدا تعالیٰ کی غیرت کا نمونہ تم اس میں دیکھ سکتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کے وفات پا جانے کے قریباً تین ہزار سال بعد جب کہ دنیا کا اکثر حصہ ان کے نام کو بھی بھول گیا تھا اور خود ان کی اپنی اولادیں ان کے کام کو فراموش کر چکی تھیں جب ابرہہ والئی یمن نے اس مقام کو گرانے کا ارادہ کیا [۵] جس مقام کو ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا [۶] تو خدا تعالیٰ کی غیرت اس طرح بھڑکی کہ ابرہہ کے لشکر میں شدید طور پر چیچک کی وباء پھیل گئی اور چند ہی دن میں اس کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا اور جو بچے وہ ناکام و نامراد ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ جب ابرہہ کے لشکر نے مکہ پر چڑھائی کی تو خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ابرہہ کے لشکر سے ڈر کر اس امانت کو چھوڑ کر بھاگ گئی جو ابراہیم نے ان کے سپرد کی تھی۔ اور انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ جب تک ابرہہ کا لشکر واپس نہیں جائے گا وہ مکہ کے گرد کی پہاڑیوں میں چھپے بیٹھے رہیں گے اور مکہ میں داخل نہیں ہونگے۔ تاکہ ابرہہ کا لشکر انہیں نقصان نہ پہنچائے۔ مگر جب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اپنے دادا کی امانت کو چھوڑ کر مکہ سے بھاگ رہی تھی [۷] زمین و آسمان کا مالک خدائے قہار عرشِ عظیم پر سے سات آسمانوں کو طے کرتا ہوا زمین پر اتر رہا تھا تاکہ وہ اس نشان کی حفاظت کرے جو ابراہیم علیہ السلام نے قریباً تین ہزار سال پہلے دنیا میں قائم کیا تھا اور وہ نہیں ہٹا جب تک اس نے اس نشان کی حفاظت کے سامان نہیں کر لئے اور اس دشمن کو تباہ و برباد نہیں کر دیا جو ابراہیمی نشان کو مٹانے کے لئے آیا تھا۔ [۸] اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہمیں اسی قسم کی غیرت کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ جب وہ فرماتا ہے کہ **وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى** [۹] اے انسانو! تم اسی طرح اخلاص کا تعلق میرے ساتھ پیدا کرو جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا تھا تو پھر دیکھو کہ کیا میں اسی طرح تمہارے ساتھ معاملہ نہیں کرتا جس طرح میں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ معاملہ کیا ہے۔ کئی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے ابراہیمؑ کے ساتھ معاملہ کو دیکھ کر رشک کرتے ہوں گے کہ کاش! خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کرتا لیکن وہ کبھی یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم نے بھی تو خدا سے وہ معاملہ نہیں کیا جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے کیا تھا۔ ابراہیمؑ تو ہر مصیبت کے بعد اپنے اوپر خدا کا ایک احسان خیال کرتا تھا اور تکالیف اور مصائب کے بعد

بجائے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرنے کے اس کا ممنون بنتا تھا۔[۱] اور یہی رنگ ہے جسے پیدا کیا جائے تو انسان کے ساتھ خدا کا بھی وہی معاملہ ہوتا ہے جو پہلے زمانہ میں ابراہیمؑ سے ہوا اور آج بھی ابراہیمؑ سے ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ابراہیمؑ سے ہوتا رہے گا۔ ابراہیمؑ مر گیا' اس کی خدمتیں ختم ہو گئیں' اس کی وفاداریوں کا زمانہ جاتا رہا' اس کی تکلیفیں بھی کٹ گئیں' اس کی قربانیاں بھی جاتی رہیں وہ اب اگلے جہان کی لذتوں اور نعماء سے مسرور ہو رہا ہے مگر اس کا خدا زندہ ہے باوجود اس کے کہ ابراہیم علیہ السلام کی قربانیاں ختم ہو چکیں خدا کے انعام ختم ہونے میں نہیں آتے کیونکہ ابراہیمؑ نے وہ کچھ کیا جو اس کی شان کے مطابق تھا اور اس کے خدا نے وہ کیا جو اس کی شان کے مطابق تھا۔ ابراہیمؑ جو ایک فانی وجود تھا اس نے اپنی محدود زندگی کو خدا کے لئے خرچ کر دیا اور خدا تعالیٰ جو غیر فانی ہے اس نے اپنی ابدی ہستی کو ابراہیمؑ کے اعزاز کے لئے مقرر فرما دیا۔ اور جو شخص ابراہیمؑ کے نقش پر چلے گا خدا تعالیٰ اس سے بھی یہی معاملہ کرے گا اور اسے کبھی نہیں چھوڑے گا خواہ اس کے اپنے عزیز اور دوست بھی اسے چھوڑ دیں اور اس وقت بھی اسے نہیں چھوڑے گا جب وہ وفات پا جائے گا بلکہ اس وقت بھی نہیں چھوڑے گا جب کہ اس کی اپنی اولاد اس کے نام کو بھی بھول جائے گی کیونکہ بندوں کا حافظہ کمزور ہے مگر ہمارا خدا **عَلِیْم و خَبِیْر**[۱۱] ہے کوئی چیز اس کے حافظہ سے نہیں اُترتی اور کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں نکلتی۔[۱۲]

پس اے عزیزو! تم اپنے اپنے نفسوں میں غور کر کے دیکھو کہ تم آج کیوں خوش ہو اور پھر جو جواب تمہارے نفس دیں تم ان کے اوپر غور کرو کہ کیا تمہاری عید حقیقی عید ہے۔ اگر تمہارے نفس تمہیں یہ جواب دیں کہ ہم عید اس لئے منا رہے ہیں کہ آج چھٹی کا دن ہے' تمام یار دوست اکٹھے ہونگے' **سہیلیاں** اور ہجولیاں جمع ہوں گی' مرد اور عورتیں اپنے اپنے حلقوں میں اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے دل خوش کریں گے تو پھر تم خود سوچ لو کہ تمہاری اس عید کے بدلہ میں تمہیں خدا کی طرف سے کیا ملنا چاہئے؟ تمہاری اس عید میں خدا کا کیا حصہ ہے؟ جتنا حصہ تمہاری عید میں خدا کا ہوگا اتنا ہی بدلہ تمہیں خدا کی طرف سے مل جائے گا۔ مگر جس عید کا میں نے ذکر کیا ہے اس کا بدلہ تو اسی کے اندر شامل ہے۔ دوست جمع ہوتے ہیں' **سہیلیاں** جمع ہوتی ہیں' ادھر ادھر کی باتیں کر لیتے ہیں' کچھ وقت خوشی میں گزار لیتے ہیں اور اس طرح عید کی قربانی اور عید کی قربانی کا بدلہ دونوں ہی وہیں ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی حصہ باقی نہیں رہتا جو

جزاء کے قابل ہو۔ پس یہ عید اسی دن ختم ہو جاتی ہے اور اس کے انعامات دوسرے دن کے لئے چھوڑے نہیں جاتے۔ پھر اگر تمہارا نفس تمہیں یہ جواب دے کہ میں تو اس لئے عید منا رہا ہوں کہ سب لوگ باقی بھی عید منا رہے ہیں اور جدھر میری قوم جا رہی ہے ادھر ہی میں چل رہا ہوں تو تم سمجھ لو کہ تمہارا بدلہ بھی آج ہی ختم ہو گیا کیونکہ تم اپنی قوم کے ساتھ یہاں جمع ہو گئے اور تم نے اپنا مقصود پا لیا جس چیز کے لئے تمہاری قربانی تھی وہ تم کو مل گئی اور اب کسی مزید جزاء کی امید رکھنا عبث اور فضول ہے۔ اور اگر تمہارا نفس تم کو یہ جواب دے کہ میں تو آج اس لئے خوش ہوں کہ پہلے چوری چھپے کھانا پڑتا تھا اور آج علی الاعلان بیٹھ کر کھانے کھاؤں گا اور کوئی مجھے ٹوک نہ سکے گا۔ تو تم سمجھ لو کہ تم تو اقراری مجرم ہو تم کسی جزائے نیک کے امیدوار نہیں ہو سکتے بلکہ تم تو خدا کی گرفت اور سزا کے مستحق ہو کیونکہ تم نے اس کے احکام کی ہتک کی اور اس کے ارشادات کو حقیر جانا۔ تمہارے روزے بھی تمہارے لئے لعنت تھے اور تمہاری عید بھی تمہارے لئے لعنت ہے نہ روزوں نے تمہیں خدا کے قریب کیا۔ اور نہ عید نے تمہیں خدا کے قریب کیا اور اگر تمہارا نفس تمہیں یہ جواب دے کہ میں تو اس لئے خوش ہوں کہ مجھے روزوں کے ایام سے چھٹکارا نصیب ہوا اور وہ تکلیف جو میں روزے کی وجہ سے روزانہ اٹھایا کرتا تھا آج مجھے اس سے نجات حاصل ہوئی تو وہ بھی سمجھ لے کہ جس طرح اس نے خدا کے حکم کو چٹّی سمجھا ہے خدا بھی اس کے بدلہ کو چٹّی ہی سمجھے گا۔ وہ اسے بدلہ تو کچھ دے دے گا مگر جس طرح چٹّی کا کام دہرایا نہیں جاتا اسی طرح خدا کا بدلہ بھی دہرایا نہیں جائے گا۔ وہ ایک ہی دفعہ مل کر ختم ہو جائے گا اور بار بار آسمان سے نازل نہیں ہو گا۔ لیکن اگر تمہارا نفس تمہیں یہ جواب دے کہ میں تو آج اس لئے خوش ہوں کہ میں خدائی امتحان میں پورا اُترا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حکم کو باوجود اس کے کہ اس میں میرے لئے تکلیفیں تھیں میں نے خوشی سے پورا کیا اور ایک دن بھی میرے دل میں ملال پیدا نہیں ہوا اور میں اسے اپنے لئے رحمت سمجھتا رہا اور میں نے اسے سزا یا جرمانہ نہیں سمجھا۔ میں نے اس حکم کو قبول کیا اس نیت اور اس ارادہ کے ساتھ کہ اگر یہ حکم مجھے بار بار ملے گا تو میں بار بار اس کی تعمیل کروں گا اور منہ نہیں موڑوں گا جب تک کہ میری جان میں جان ہے اور میرے دماغ میں ہوش و حواس ہیں اور میرے دل میں حرکت ہے تو وہ سمجھ لے کہ اس کا خدا اس سے گرا ہوا نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ بلند شان رکھتا ہے۔ جس طرح اس نے کہا کہ میں خوشی سے خدا کے امتحان

کو قبول کروں گا خدا بھی عرش سے کہے گا کہ میں خوشی سے اس بندے کو قبول کروں گا اور جس طرح اس نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں میں بار بار ایسے حکموں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں اس کا خدا بھی کہے گا کہ جب تک میں ہوں میں بار بار اس پر انعام کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بندے کا عہد تو تیس چالیس سال کے اندر ختم ہو جائے گا کیونکہ موت آکر اس کو اس عہد سے آزاد کر دے گی مگر خدا کا عہد کبھی ختم نہیں ہو گا کیونکہ خدا کے لئے کوئی موت نہیں اور اس کے انعامات کبھی ختم نہیں ہوں گے کیونکہ اس کے خزانوں کی کوئی حد بند نہیں۔

پس یاد رکھو کہ تمہاری عید تبھی عید کہلا سکتی ہے جب کہ وہ آخری قسم کی عید ہو اور اگر وہ آخری قسم کی عید نہیں ہے تو یا تو وہ ایک فضول اور عبث چیز ہے جس کی قیمت چند فضول ضائع کئے ہوئے گھنٹوں سے زیادہ نہیں۔ اور یا پھر وہ ایک لعنت ہے جسے قبول کرنے کی بجائے رڈ کر دینا زیادہ مناسب ہے لیکن اگر وہ عید اس قسم کی ہے جو میں نے مومنوں کی شان کے مطابق بیان کی ہے تو وہ عید ایک قیمتی چیز ہے اس کے لئے جتنی بھی قربانی کی جائے کم ہے اور جتنی بھی فدائیت اس کے لئے دکھائی جائے وہ بے حقیقت ہے۔

پس اے دوستو! اس عید کی تلاش کرو کہ عید یہ نہیں جو ہم یہاں جمع ہوئے اور عید یہ بھی نہیں جو ہم نے دو رکعت نماز پڑھی ہے اور عید یہ بھی نہیں جو ہم نے یہاں بیٹھ کر خطبہ پڑھایا یا سنا ہے۔ عید تو ہمارے دل کی وہ آواز ہے جو آج خدا کی طرف جا رہی ہے اور عید تو وہ جواب ہے جو خدا کی طرف سے ہماری طرف آ رہا ہے۔ اگر وہ آواز مومنانہ آواز تھی اور اگر وہ جواب مربّیانہ جواب ہے تو ہمارا خطبہ خطبہ ہے اور ہماری نماز نماز ہے اور ہماری خوشی خوشی ہے اور اگر یہ بات نہیں تو نہ ہمارا خطبہ خطبہ ہے' نہ ہماری عید عید ہے اور نہ ہماری خوشی خوشی ہے۔ اس صورت میں تو بہتر ہوتا کہ ہم بجائے اس جگہ پر جمع ہونے کے جنگلوں میں نکل جاتے اور تنہائی کے مقاموں میں اپنے سر زمین پر رکھ کر خدا کے حضور میں گریہ و زاری کرتے کہ اے خدا! ہمارے دل مر گئے اور ہمارے ایمان جاتے رہے کیونکہ ہم نے نہ تیرے رمضان کو سمجھا اور نہ تیری عید کی قدر کی ہم پر رحم کر اور ہمیں سچا رمضان دکھلا اور ہمیں سچی عید سے مسرور کر۔ شاید کہ اس طرح ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوتا اور شاید کہ آئندہ رمضان ہمارے لئے حقیقی رمضان ثابت ہوتا اور آئندہ عید ہمارے لئے حقیقی عید ثابت ہوتی۔ اور اگر تمہارا نفس تمہیں وہی جواب دیتا ہے جو میں نے کہا ہے کہ اسے دینا چاہئے تو اے عزیزو! پھر بھی

تمہارے لئے مطمئن ہونے کا موقع نہیں کیونکہ بعض دفعہ انسان کا نفس اسے دھوکا بھی دیا کرتا ہے۔ پھر بھی تم کو فکر کرنی چاہئے کہ کیا اس کا جواب صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ امتحان تم اس طرح کر سکتے ہو کہ جب جب بھی اور جس جس رنگ میں بھی خدا کے لئے قربانی کی آواز تمہارے کان میں پہنچتی ہے تو تمہارا نفس خوشی سے اس کو قبول کیا کرتا ہے' یا نہیں؟ یا اسے ہمیشہ چٹّی سمجھتا ہے یا بعض موقعوں پر اسے چٹّی سمجھتا ہے۔ اگر وہ خدا کی راہ میں قربانی کو ادا کرتا ہے لیکن اسے چٹی سمجھتا ہے تو جان لو کہ تمہارے ایمان میں بہت بڑا نقص ہے۔ لیکن اگر تم اپنی زندگی کا مطالعہ کر کے یہ معلوم کرو کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بعض قربانیاں تم پر شاق گذرتی ہیں اور چٹّی معلوم ہوتی ہیں تو تمہیں ڈر جانا چاہئے کہ شاید جو قربانیاں تم کرتے ہو ان کی وجہ بھی اخلاص نہیں بلکہ اس کے بواعث بعض ایسے نفسیاتی محرکات ہیں جو تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں اور خدا کی محبت ان کا موجب نہیں۔ پس باوجود اس کے کہ تمہارا نفس بعض دفعہ نیکی کی طرف راغب ہے تمہیں اپنے لئے خطرہ محسوس کرنا چاہئے اور اصلاح کی مزید کوشش کرنی چاہئے۔

پھر آخر میں میں کہتا ہوں کہ جب کہ خدا کی راہ میں قربانی حقیقی عید ہے اور اس کے سوا کوئی عید نہیں تو وہ شخص جو تمہیں قربانی کی طرف بلاتا ہے' ہلاکت کی طرف نہیں بلکہ عید کی طرف بلاتا ہے وہ تمہارا دشمن نہیں بلکہ تمہارا خیر خواہ ہے اور جب بھی اس کی آواز کو سن کر تمہارے دلوں میں انقباض پیدا ہوتا ہے اور تم کہتے ہو کہ اس شخص کے ہاتھوں ہماری جان کس طرح مصیبت میں پڑ گئی ہے تو اس وقت تم اپنی خیر خواہی نہیں کر رہے ہوتے بلکہ تم اپنے ساتھ اور اپنے خیر خواہ کے ساتھ دشمنی کر رہے ہوتے ہو کیونکہ وہ تمہیں عید کی طرف بلاتا ہے اور تم ماتم کی طرف جانا چاہتے ہو۔ میں نے جو ماتم کا لفظ بولا ہے یہ یونہی نہیں بولا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے شخص کی نسبت فرماتے ہیں کہ

اے خدا ہرگز مکن شاد آن دلِ تاریک را
آنکہ او را فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست [۱۴]

یعنی اے خدا! جس شخص کو محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کے لئے قربانیاں کرنے کی تڑپ نہیں ہے تُو کبھی بھی اس کے دل کو خوشی مت دکھائیو اور اسے سوگوار ہی رکھیو۔ پس جب میں نے تمہیں کہا کہ وہ جو تمہیں خدا کی راہ میں قربانیوں کے لئے بلاتا ہے وہ تمہیں عید کیلئے بلاتا ہے اور تمہارا نفس یا تمہارا دوست جو تمہیں کہتا ہے کہ دیکھنا اس وادی میں قدم نہ رکھنا کہ

یہاں تو قدم قدم پر ہلاکت ہی ہلاکت ہے آنکھوں دیکھتے ہوئے کیوں اپنے آپ کو تباہی میں ڈالتے ہو وہ تمہارا نفس اور تمہارا دوست تمہارے حقیقی دشمن ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تمہارے گھروں میں ماتموں کی صف بچھ جائے اور عید کبھی تمہارے نزدیک بھی نہ آئے کیونکہ تم خیال بھی نہیں کرسکتے کہ خدا کے حضور میں ایک طرف تو تمہاری التجائیں پیش ہو رہی ہوں کہ اے خدا! ہمیں عید دکھا اور دوسری طرف خدا کے عرش کا پایہ پکڑ کر آخری زمانہ کا نبی اور خاتم الخلفاء اور محمد رسول اللہ ﷺ کا بروز اور نائب ؑ کھڑا ہو کر التجا کر رہا ہو کہ

اے خدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را

اے خدا! اس تاریک دل کو ہرگز خوشی نہ دیجیو۔ تو خدا تمہاری دعا کو سن لے اور اپنے مامور اور مرسل کی دعا کو رد کر دے یقیناً تمہاری ہی دعا رد کی جائے گی اور یقیناً اسی کی دعا قبول کی جائے گی۔ تم اپنے لئے عید لے کر نہیں لوٹو گے بلکہ وہی تمہارے لئے ماتم لے کر لوٹے گا کیونکہ جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے عید نہ چاہی وہ ہرگز عید کا مستحق نہیں۔ وہ ہرگز عید کا مستحق نہیں اور وہ ہرگز عید کا مستحق نہیں۔ تمہارے ناک رگڑے جائیں' تمہاری آنکھیں روتے روتے اندھی ہو جائیں مگر جب تک کہ دین کے لئے سچی قربانی کر کے تم محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے عید نہیں لاؤ گے تمہیں کبھی عید نصیب نہیں ہوگی اور کبھی نصیب نہیں ہوگی۔ لیکن اگر تم محمد ﷺ کے لئے عید لاؤ' تو تم ایک عید لاؤ گے تو خدا تمہارے لئے سَو عیدیں لائے گا اور تمہارے گھروں کو برکتوں سے بھر دے گا کیونکہ ہمارا خدا غیور خدا ہے۔ وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کا رسول تمہارے احسان کے نیچے رہے' وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اُس کا دین تمہارے احسان کے نیچے رہے' وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کا مسیح تمہارے احسان کے نیچے رہے' بلکہ وہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کا خلیفہ تمہارے احسان کے نیچے رہے۔

پس جو کچھ قربانی تم اس کی آواز کے جواب میں کرو گے اس سے بہت بڑھ کر تم اور تمہاری اولادیں بدلہ پائیں گی۔ اب اگر تمہارے دلوں میں ایمان ہے تو اس بات کو سوچو کہ کیا یہ ممکن ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے خاتم النبیّن ﷺ ہوں اور مسیح موعود خدا کی طرف سے خاتم الخلفاء ہوں اور اسلام اور احمدیت سچی ہو اور وہ بات غلط ہو جو میں نے اس وقت کہی ہے۔ اگر یہ ممکن ہے تو بے شک سمجھو کہ جو کچھ میں کہتا ہوں غلط کہتا ہوں اور اگر یہ ممکن ہی

نہیں تو کیا تم میں سے وہ لوگ پاگل نہیں جو کہتے ہیں کہ یہ شخص ہم کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے اور ہم سے ایسی قربانیاں چاہتا ہے جن کی ہم میں برداشت اور طاقت نہیں۔ میں تو تم سے کچھ بھی نہیں چاہتا میں تو تم سے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے عید مانگتا ہوں۔ تم میں سے کئی عید کے دن مجھے تحفہ دیتے ہیں مگر مجھے ان تحفوں سے کیا فائدہ اور مجھے ان تحفوں سے کیا غرض میری عیدی تو وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو ملتی ہے اسی عیدی میں میری عید شامل ہے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا دل خوش ہوتا ہے تو ہمارا دل بھی خوش ہوتا ہے اور اگر ان کا دل خوش نہیں ہوتا تو نہ ہمیں جمع ہونے میں کوئی خوشی ہے اور نہ ہمیں جُدا ہونے میں کوئی رنج ہے۔ ہمارا ایمان کم سے کم اس عورت کے ایمان کے مطابق تو ہونا چاہئے جس نے احد کی جنگ کے وقت میں جب یہ خبر سنی کہ محمد رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو وہ گھبرا کر مدینہ سے باہر آ گئی اور جب ایک سوار نے جو احد کی طرف سے واپس آ رہا تھا آگے بڑھ کر اس عورت کو کہا۔ اے بہن! تیرا خاوند مارا گیا ہے تو اس نے کہا مجھے یہ بتاؤ محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ چونکہ اس کو معلوم تھا کہ آپؐ خیریت سے ہیں اس لئے وہ اس عورت کے قلب کی کیفیت کو نہ سمجھ سکا اور اس نے بجائے اس کے سوال کا جواب دینے کے اسے یہ کہا کہ اے بہن! مجھے افسوس ہے کہ تیرا باپ بھی مارا گیا ہے۔ اس عورت نے پھر آگے سے یہی جواب دیا کہ مجھے یہ بتاؤ محمد رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ تب بھی اس شخص نے اس حقیقت کو نہ سمجھا اور کہا اے بہن! مجھے افسوس ہے کہ تیرے دونوں بھائی بھی مارے گئے ہیں تب اس عورت نے جھنجھلا کر کہا اے شخص تجھے کیا ہو گیا ہے میں تجھ سے محمد رسول اللہ ﷺ کی خبر پوچھتی ہوں اور تُو میرے رشتہ داروں کی خبریں مجھے بتا رہا ہے۔ اس نے کہا بہن وہ تو اچھی طرح ہیں۔ تب اس عورت نے کہا اگر محمد رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں تو مجھے نہیں پروا کہ کون مارا گیا اور کون نہیں مارا گیا۔[۱۶] یہی وہ ایمان ہے جو سچی خوشی دکھاتا ہے اور یہی وہ ایمان ہے جو سچی عید دکھاتا ہے۔ غور تو کرو کہ اس عورت کا باپ مارا گیا‘ اس کے بھائی مارے گئے‘ اس کا خاوند مارا گیا مگر اس کے دل میں ماتم کی صف نہیں بچھی بلکہ اس کے دل میں عید منائی جا رہی تھی اور اس کا دل پکار پکار کر کہہ رہا تھا میرا محمدؐ خیریت سے ہے میرا محمد خیریت سے ہے۔ یہ وہ ایمان ہے جو سچی عیدیں لاتا ہے‘ یہ وہ ایمان ہے جس کے بعد خدا تعالیٰ اس بات کا ضامن ہو جاتا ہے کہ اس شخص کے لئے عید ہی عید آئے اور اس کے رنج بھی خوشیاں بن

جائیں اور اس کی خوشیاں بھی خوشیاں بن جائیں اور اس کی پیدائش بھی دنیا کے لئے رحمت ہو اور اس کی موت بھی دنیا کے لئے رحمت ہو۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت محبت رکھتے تھے جب بیمار ہوا۔ یہ ۱۹۰۷ء کی بات ہے تو حضرت خلیفہ اول اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب اس کا علاج کیا کرتے تھے اسے محرقہ بخار تھا اور یہ بخار لمبا چلا کرتا ہے شاید وہ بھی چودہ پندرہ دن تک بیمار رہا۔ میں ہی اس کا تیمار دار تھا اور دوائی پلانی میرے ہی سپرد تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی اس کی تیمار داری کرتے تھے اور ان ایام میں مجھے یاد نہیں کہ جب بھی میں سویا ہوں میں نے اپنے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سویا ہوا دیکھا ہو اور جب بھی میں جاگا ہوں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے سے پہلے جاگا ہوا نہ دیکھا ہو اور رات اور دن اس کی خدمت میں مصروف نہ پایا ہو۔ آپ کی اس تیمار داری اور آپ کے اس احساس کو دیکھ کر بعض لوگوں کے دلوں میں خیال تھا کہ اس کی وفات کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت صدمہ ہو گا۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ جس دن وہ فوت ہوا بظاہر اس کا بخار تو کم ہو رہا تھا مگر اس کا ضُعف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ صبح کی نماز پڑھ کے جب میں گھر میں داخل ہوا تو حضرت خلیفہ اول اور ڈاکٹر رشید الدین صاحب مرحوم یہ تو مجھے یقیناً یاد ہیں اور شاید ان کے سوا اور بھی کوئی دوست تھے جن کا نام اس وقت میرے ذہن میں نہیں میرے ساتھ ہی اندر آئے۔ مبارک احمد اس وقت آرام سے لیٹا ہوا تھا۔ حضرت خلیفہ اول نے اس کی نبض دیکھی اور میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا ہے اور کانپتی ہوئی آواز میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آواز دی اور کہا حضور بہت ضُعف ہے مشک لائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹرنک کی طرف گئے تا کہ اس میں سے مشک نکالیں تو حضرت خلیفہ اول نے پھر گھبرا کر کہا حضور جلدی کریں بہت زیادہ ضُعف ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت خلیفہ اول نے ہاتھ پہنچے کے پاس سے ہٹا کر کہنی کے اوپر رکھا اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو دیکھ کر کہا کہ اب نبض صرف یہاں محسوس ہوتی ہے پھر آپ نے گھبرا کر کہا حضور جلدی کریں اور میں نے دیکھا کہ حضرت خلیفہ اول صدمہ کی وجہ سے بمشکل کھڑے تھے اور ان کا جسم کانپ رہا تھا آخر ضعف کی وجہ سے آپ زمین پر بیٹھ گئے اور پھر انہوں نے کہا حضور جلدی کریں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے ٹرنک بند کر دیا اور فرمایا مولوی صاحب شاید اس کی نزع کا وقت ہے۔ پھر واپس آئے نبض پر ہاتھ رکھا اور فرمایا یہ تو فوت ہو گیا ہے۔ پھر اسی وقت آپ نے کاغذ منگوایا اور دوستوں کو باہر خط لکھنے شروع کر دیئے کہ مبارک احمد کی بیماری کی وجہ سے بہت سے دوستوں کو تشویش تھی اس لئے میں اطلاع کے طور پر لکھ رہا ہوں کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ایک امانت تھی اس نے وہ امانت اٹھالی اور ہمیں رنج کی کوئی وجہ نہیں۔ جب تک وہ زندہ تھا ہم نے خدمت کر کے ثواب حاصل کر لیا اور اب جو وہ وفات پا گیا تو ہمیں اس پر کوئی رنج نہیں۔ پھر آپ جب جنازہ کے لئے باہر تشریف لے گئے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ جنازہ سے پہلے یا بعد میں آپ دوستوں سمیت باغ میں بیٹھ گئے [۱۸] اور فرمایا دیکھو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے ہر موقع پر خوشی کا سامان ہی پیدا ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے بچے مرتے ہیں اور ان کے گھروں میں ماتم پڑ جاتا ہے مگر ہمارا بچہ فوت ہوا تو معاً ہمیں وہ الہامات یاد آ گئے جو اس کی وفات کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے سالوں پہلے نازل ہو چکے تھے بلکہ بعض اس کی پیدائش سے بھی پہلے نازل ہو چکے تھے اور ہمارا دل خوشی سے بھر گیا کہ دُنیوی دوست تو مصیبت آنے کے بعد ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں مگر ہمارے خدا نے اس بچہ کی پیدائش سے بھی پہلے ہم سے ماتم پُرسی کر چھوڑی تھی اور ہم سے ہمدردی کا اظہار کر دیا تھا۔ پس یہ رنج کا موقع نہیں ہمارے لئے خوشی کا موقع ہے اس لئے کہ ہمارا خدا ہم سے خوش ہے اور اس لئے بھی کہ خدا کی باتیں پوری ہوئیں اور جب خدا کی باتیں پوری ہوں تو مومن غمگین کب ہو سکتا ہے۔ اب یہ دیکھو کیسی عمدہ مثال اس امر کی ہے کہ جو سچا مومن ہو اس کے لئے رنج کی گھڑیاں بھی خوشی کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔ اب دیکھ لو جو معاملہ میرے ہی ساتھ ہے کہ کوئی فتنہ جماعت میں ایسا نہیں آیا جس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر نہ دی ہو اور وہ چھپ نہ گئی ہو بلکہ تفصیلات تک بعض دفعہ اس نے بتا دی ہیں۔ ان مصائب کو دیکھ کر گو بشریت کے طور پر ایک قدرے قلیل رنج پیدا ہو مگر وہ اس خوشی کے مقابلہ میں کچھ بھی تو حقیقت نہیں رکھتا جو اس بات کو دیکھ کر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے ہی اس سے خبردار کر دیا تھا۔ ہمیں اگر اس کا افسوس ہو سکتا ہے تو اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ شاید اس شرارت کی وجہ سے سلسلہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے لیکن خدا نے جب پہلے ہی اس فتنہ کی خبر دے دی ہو اور یہ بھی خوشخبری دے دی ہو کہ دشمن ناکام رہے گا اور ہماری ہی فتح ہوگی تو پھر خوشی کی نسبت رنج کی نسبت سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور یوں تو اس دنیا میں

مشکلات اور مصیبتیں لگی ہوئی ہیں۔ انسانی زندگی ہی خدا نے ایسی بنائی ہے۔ اصل سوال تو احساس کا ہوتا ہے اور اگر مصیبتیں اور تکلیفیں اور فتنے اور ابتلاء انسان کو دبا نہ دیں اور مغلوب نہ کرلیں اور خدا کی محبت اور اس کا پیار اس کے دل کو بڑھاتا رہے اور طاقت دیتا رہے تو عید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا اور ماتم کا لباس انسان کے جسم پر نہیں پہنایا جاتا رنج تو صرف ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ہاتھ کو چُھو گیا اور عید اس طرح ہوتی ہے جیسے کسی نے زرہ پہن لی کہ وہ جسم کی حفاظت بھی کرتی ہے اور اس سے جدا بھی نہیں ہوتی۔ پس جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرے وہ سچی خوشی دیکھتا ہے اور اسی کی خوشی اصل خوشی ہے۔ اور یہ خوشی تبھی نصیب ہوتی جب محمد رسول اللہ ﷺ کے توسط سے وہ خوشی ہمیں ملے کیونکہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہی نہیں بلکہ وہ خاتم الانسان بھی ہیں۔ اور درحقیقت اب ان کے بعد انسان بھی ظلّی انسان ہیں۔ پس اگر کوئی انسان خوشی حاصل کرنا چاہتا ہے تو پہلے محمد رسول اللہ ﷺ کے دل میں خوشی ڈالے پھر وہاں سے وہ خوشی اس کی طرف آئے گی۔ اگر وہ براہ راست اس کو لینا چاہے گا تو وہ اس کے گلے میں اٹک جائے گی اور نہ نگلی جائے گی اور نہ تُھوکی جائے گی اور آخر اس کی موت کا باعث ہوگی اور وہ عید کا دن نہیں بلکہ موت کا دن دیکھے گا۔ لیکن اگر وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دل میں خوشی ڈالے گا تو وہ خوشی اسی طرح بڑھ کر جس طرح ایک اچھا دانہ ایک اچھی زمین میں ایک اچھے موسم میں ایک اچھی طرح تیار کی ہوئی کھیتی میں ڈالا جاکر اور باوقت پانی پاکر اور اچھے موسم میں سے گذرتے ہوئے بڑھتا اور پھلتا اور پھولتا ہے اور کئی گنے زیادہ ہو جاتا ہے اسی طرح اس کی وہ تھوڑی سی خوشی جو یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ڈالے گا بڑھے گی اور نشوونما پائے گی اور ایک دانہ سے سینکڑوں دانے بن جائے گی اور پھر وہ کھیتی پک کر کاٹی جائے گی اور اس کا دانہ اس کے بھوسے سے جُدا کیا جائے گا اور اس کے خواب و خیال سے بھی زیادہ خوشی کا غلہ فرشتے لاکر اس کے دل میں ڈال دیں گے اور کہیں گے کہ یہ وہی خوشی کا بیج ہے جو تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کے دل میں بویا تھا۔ تمہاری کھیتی پک گئی اور ہم اسے کاٹ کر تمہارے پاس لائے ہیں تمہاری امانت تم ہی کو دی جاتی ہے محمد رسول اللہ ﷺ کو اس کی ضرورت نہیں۔

اے دوستو! مختلف پیرایوں میں یہ سبق میں نے تم کو پڑھایا ہے مگر افسوس کہ بہت کم لوگوں کو ابھی یہ یاد ہوا ہے۔ اکثر لوگ سنتے ہیں اور بھول جاتے ہیں، سنتے ہیں اور بھول

جاتے ہیں، سنتے ہیں اور بھول جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ خدا بھی انہیں بھول جاتا ہے۔ کاش وہ دن آئے جب تم سب کو یہ سبق ہمیشہ کے لئے یاد ہو جائے اور جب تمہارا خدا بھی تمہیں ایسا یاد کرے کہ پھر تم کبھی بھی اس کی یاد سے نہ اترو۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن۔

اب دوست مل کر دعا کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دور کرے اور ہمیں سچا مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(الفضل ۴۔ دسمبر ۱۹۳۸ء)

۱؎ مفردات امام راغب زیر لفظ "عود"

۲؎ المنٰفقون:۸ الحجر:۲۲

۳؎ طٰہٰ:۹ الاعراف:۱۸۱ بنی اسرآءیل:۱۱۱

۴؎ البقرۃ:۲۴۶، ۲۷۳ الاحزاب:۴۵ بنی اسرآءیل:۱۰ النساء:۱۴۷ حٰمٓ السّجدۃ:۹ التّین:۷ الانعام:۱۶۱ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب من ھم بحسنۃ او سیئۃ

۵؎ ۵۷۰ء

۶؎ البقرۃ:۱۲۸

۷؎ السیرۃ الحلبیۃ الجزء الاول صفحہ ۶۳-۶۴، سیرت الامام ابن ہشام الجزء الاول صفحہ ۱۷ تا ۱۹

۸؎ الفیل:۲ تا ۶

۹؎ البقرۃ:۱۲۶

۱۰؎ ابراھیم:۳۸ تا ۴۰ النحل:۱۲۱-۱۲۲

۱۱؎ التحریم:۴، الحجرٰت:۱۴

۱۲؎ البقرۃ:۲۵۶

۱۳؎ برکات الدعاء صفحہ ۳۲ مطبوعہ ۱۳۱۰ھ

۱۴؎ چشمۂ معرفت صفحہ ۸۲-۸۳۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۴، کشتی نوح صفحہ ۷۷

۱۵؎ الاحزاب:۴۱

۱۶؎ السیرة الحلبیة الجزء الثانی صفحہ ۲۷۸' سیرة الامام ابن ہشام الجزء الثانی صفحہ ۹۲

۱۷؎ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب۔ صحابی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے خسر۔ ۱۹۲۷ء۔ بیعت ۱۹۰۱ء

۱۸؎ سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۷۶۔۱۷۷۔ الحکم ۲۴۔ ستمبر ۱۹۰۷ء